خواجہ غلام فریدؒ اور علامہ اقبالؒ کی شاعری میں ماحولیاتی، فکری اور تہذیبی اشتراکات

Environmental, intellectual and cultural Coons in the poetry of Khawaja Ghulam Farid and Allama Iqbal

محمد اشرف [1]

Abstract:

We find the reflection of nativeness, local culture, Mysticism. love for the Rasool and the regional and geographical environment in the poetic works of Khawaja Ghulam Farid and Dr. Allama Muhammad Iqbal. In the present dissertation, the semblance of aforesaid ideas found in the works of both the poets has been traced by keeping some of the verses in view. The poetry of both the poets contains similar elements of the environment of intellectual, cultural and regional life. The study of such poetry apprises us of mutual contact, love, behavior and mysticism of the people .

We can understand the people of a specific region with their individual, social, cultural and political perspective by reading the verses of both the poets having common meaning. Khwaja Ghulam Farid and Dr. Allama Muhammad Iqbal both have talked about the native, cultural and social behavior of the people of a specific region. This thing is the best reflection of the nation, land and local life .

In this dissertation the analysis of the environmental, intellectual and cultural semblance found in the poetry of Khawaja Ghulam Farid and Dr. Allama Muhammad Iqbal has been presented.

Keywords: Khawaja Ghulam Farid, Allama Iqbal, Nativeness, Local culture, Mysticism, environment, regional life, Social behaviour

ہمیں خواجہ غلام فرید اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی شاعری میں علاقائی اور جغرافیائی ماحول، مقامیت، مقامی ثقافت کی عکاسی ملتی ہے۔ موجودہ مقالے میں مذکورہ بالا خیالات کی جو جھلک دونوں شاعروں کی تخلیقات میں پائی جاتی ہے، اس کا کچھ اشعار کو مدنظر رکھتے ہوئے تلاش کیا گیا ہے۔ دونوں شاعروں کی شاعری فکری، ثقافتی اور علاقائی زندگی کے ماحول کے یکساں عناصر پر مشتمل ہے۔ ایسی شاعری کا مطالعہ ہمیں لوگوں کے باہمی روابط، محبت، برتاؤ اور تصوف سے آگاہ کرتا ہے۔ ہم دونوں شعراء کے اشعار کو پڑھ کر ان کے انفرادی، سماجی، ثقافتی اور سیاسی زاویے سے کسی مخصوص علاقے کے لوگوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ خواجہ غلام فرید اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال دونوں نے ایک مخصوص علاقے کے لوگوں کے مقامی، ثقافتی اور سماجی رویے پر بات کی ہے۔ یہ چیز قوم، زمین اور مقامی زندگی کا بہترین عکس ہے۔ اس مقالے میں خواجہ غلام فرید اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی شاعری میں پائی جانے والی ماحولیاتی، فکری اور ثقافتی جھلک کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: خواجہ غلام فرید، علامہ اقبال، مقامیت، ماحولیات، فکری اشتراک، تہذیب

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج، ملتان

ماحولیاتی شاعری ہر دور کے شعراء کے کلام میں مختلف اشکال اور مختلف موضوعات کے ساتھ موجود ہے۔ گو کہ ماحولیاتی تنقید کا باقاعدہ آغاز ۱۹۷۸ء میں ہوا۔ اور پاکستان میں اس حوالے سے کام کا آغاز ۱۹۹۰ء کے بعد شروع ہوا۔ لیکن اس حوالے سے ماحولیاتی شعور مختلف شعراء کی شاعری میں ضرور مل جاتا ہے۔ اگر ہم ماحولیاتی شاعری کی بات کریں تو اسے سمجھنے کے لئے ہمیں اس کے حوالے سے جاننا ہوگا۔ ایک ویب گاہ میں ماحولیاتی شاعری کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

> "Eco poetry is poetry with a strong ecological emphasis or message. Many poets, poems and books of poems have expressed ecological concerns; but only recently has the term Eco poetry gained use of Eco poetry."[1]

حضرت علامہ محمد اقبالؒ سے پہلے یہ تصور خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری کے ان فکری عناصر نے برعظیم میں روشن خیالی رواداری اور سماجی مساوات کی ماحولیات، کی فضاء پیدا کی تھی۔ انگریز اس دھرتی پر قبضہ کر چکے تھے جس کی وجہ سے برصغیر میں نوآبادیاتی اور سامراجی ماحولیات کی فضا پیدا ہو چکی تھی۔ اس نوآبادیاتی ماحولیات، کے خلاف خواجہ غلام فریدؒ نے اپنی صوفیانہ شاعری کے ذریعے فرد کی آزادی کی ماحولیات، کو فروغ دینے کی شعوری کوشش کرتے ہوئے کہا کہ:

اپنی نگری آپ وسا توں
پٹ انگریزی تھانے

(اے اس دھرتی کے رہنے والے اپنے دیس پر خود حکومت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انگریز کے بنائے ہوئے تھانوں کو اُکھاڑ پھینکا جائے)

خواجہ فریدؒ نے سرائیکی وسیب کے فرد کو اس کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا حوصلہ عطا کیا۔

اور اللہ کی کائنات اور انسان کے باہمی رشتے میں محبت کے ماحول (Ecology of love) کو عام کرنے اور اس محبت کے عمل میں ہجر و وصال کے رشتے میں اللہ سے قربت کی خواہش کرتے ہوئے عشق اور وجدان کی گہرائیوں تک جانے کی شاعرانہ اور متصوفانہ راہ تلاش کی تو یہ داخلی حسن کافی کے سُر میں ڈھل کر ہر طرف پھیلتا چلا گیا۔

خودی کو نفس کے غرور کے بارے میں جانا جاتا ہے حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے اس کی نئی اصطلاح متعارف کروائی اور اسے ''Self-conscious'' خود شعوری کے طور پر برتا گیا۔

خودی اور فراق یعنی اللہ کی ذات کے ساتھ محبت اور اس عمل میں جدائی (Ecology of love and departition) کے اضطراب کا سلسلہ خواجہ غلام فریدؒ اور حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے فلسفے اور شاعری میں ایک جیسا ہے جب خواجہ غلام فریدؒ کی وفات ہوئی یہ حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری کا آغاز تھا:

اُٹھ درد منداں دے ڈیرے
جتھ کرڑ بوئی ڈھیرے [۲]
صد نالہء شب گیرے، صد صبحِ بلا خیزے
صد آہِ شرر ریزے، ایک شعر دل آویزے [۳]

ان دونوں اشعار میں خواجہ غلام فرید اور علامہ محمد اقبال نے اضطراب کے ماحول (Ecology of grief) کا ذکر کیا ہے۔ ایک ایسا ماحول جو تنہائی کے ماحول (Isolation ecology) کا منظر نامہ پیش کرتا ہے جہاں کانٹے دار جھاڑیاں ہوں، یعنی تکالیف اور رنج و آلام ہوں اور ان رنج و آلام کا مقابلہ کرتے ہوئے، درد مند دلوں میں سوز اور رقت پیدا ہو۔ ایسا سوز جو سینکڑوں راتوں اور صبحوں کے آلام کے مقابل اس ایک آہ کو زیادہ طاقتور لہر کا روپ بخش دے جو شعر کے پیکر میں ڈھلے تو دلوں کو اپنی مٹھی میں کر لے۔

وسیب کے لوگوں کو اکٹھا ہو کر رہنے اور اخوت سے جینے کا سبق خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری سے ملا۔ یہ وحدتِ ادیان ہی کا تصور تھا جس نے آدم کی تخلیق کے بعد ہر انسان کو ایک جزو اور اللہ کو ایک کل کے طور پر پیش

کرتا ہے جس کا فلسفہ قطرے کو سمندر کا حصہ قرار دیتا ہے خواجہ فرید انسانی اور سماجی ماحولیات Human and Social ecology کے قائل تھے۔ ایک ایسی ماحولیات جہاں تمام مذاہب کے لوگ انسانی رشتے کی زنجیر میں بندھے ہوئے ایک دوسرے کے احترام میں سر جھکائے کھڑے ہوں۔ مذہبی رواداری اور امن و محبت کے اس ماحول کے اس خاکے پر عمل کی جو ترغیب خواجہ غلام فرید کے کلام میں موجود ہے اس پر عمل کرنے سے سماج کے تمام لوگ تیز تر انسانی ترقی کے اس دور میں داخل ہو جاتے ہیں جہاں محبت، انصاف اور امن کا راج ہے۔

دیر کنشت، دوارہ مندر، مسجد منبر و سریا
سمجھ سنجانی غیر نہ جائی، سب صورت ہے عین ظہور
رکھ تصدیق نہ تھے آوارہ، کعبہ قبلہ دیر دوارہ
مسجد منبر ہکڑو نُور
ملوانے سے وعظ نہ بھانے
بے شک ساڈا دین ایمانی
ابن العربی دا دستور [۴]

خواجہ فرید ابن العربی کے فلسفہ سے متاثر ہیں۔ اور ابن العربی کے اس قول کے مصداق کہ: جنت کے پھل دوزخ کی گرمی سے پکتے ہیں۔ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی میں سبھی انسانوں کو گناہ کی آزمائش درپیش ہے۔ اس لئے سب انسانوں کے اعمال پر انصاف کا کام ان کے رب پر چھوڑتے ہوئے سبھی انسانوں کا احترام لازم ہے۔

آپ کافی نمبر ۲۳ میں فرماتے ہیں:

خوش خِضر دے فلسفیات عجب
ظلمات تے آبِ حیات عجب
ٹھپ فقہ اصول عقائد کُوں
رکھ ملت ابن العربی دی [۵]

اپنی ذات سے آشنائی یا اپنے نفس کی پہچان، ماحولیاتی شعور سے جڑت کا ذریعہ ہے۔ کسی بھی فرد کی انا کا بھی ایک ماحول ہوتا ہے۔ جسے ہم ''ماحولیاتی انا'' (Ecological Ego) کہتے ہیں۔ یہ انسانی ذات کے فطرت کے نظام سے جڑنے کے بعد کے شعور کا نام ہے۔ اس کی تعریف ویب گاہ میں کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

> "Ecological ego is the stabile state of ego which gives mentally, emotionally and behaviorally noharm to nature, but also respectful to all creatures"[۶]

علامہ اقبالؒ فرد کی انا کے وجود کا ذکر اپنے اس شعر میں اس طرح سے کرتے ہیں:

خودی کو کر بُلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خُدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے [۷]

یہ نظریہ کوئی نیا نظریہ نہیں تھا اس کا واضح اظہار خواجہ غلام فریدؒ نے اقبال سے پہلے اپنے ان اشعار میں بہتر طور پر کیا تھا۔ ماحولیاتی انا (Ecological Ego) کا یہ شعور خواجہ غلام فرید کو، ماحولیاتی انا'' کی صورت میں ودیعت ہوا۔ جس میں انسان کے ارد گرد موجود، ماحول میں اس کے بحیثیتِ انسان فطرت سے تعلق کی بات کی جاتی ہے۔ ایک ایسا تعلق جس کے تحت وہ اپنے ارد گرد موجود عناصرِ فطرت سے محبت کرتا ہے اور انہیں کسی قسم کا بھی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ یہی پر امن رہنے اور دوسروں کے حقوق کا لحاظ کرنے کا شعور ہی محبت رواداری اور تصوف کی منزل کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ خواجہ غلام فرید کے ان اشعار میں خودی یا شعورِ ذات کا یہ نظریہ بہتر طور پر موجود ہے۔

فاش فرید اے وعظ سنا توں
عالِم جاہل شاہ گدا کُوں
جے کئی چاہوے فقر فنا کُوں
آپنے آپ کُوں گولے

محبت کی ماحولیات (Ecology of love) ایک عام انسان کو غلامی کی قید سے چھڑا کر وہ کامل شعور دان کرتی ہے کہ وہ بادشاہی کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ فقر و فنا کی خواہش کی شرط اولین ہی، خودی کی تلاش ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ نے عشق کو استاد کہا ہے اور اس فلسفے پر زور دیا ہے کہ عشق ہی وُہ کامل جذبہء سوز و سر مستی ہے جس کی تپش انسان کو تسخیرِ کائنات کا خو گر بنا دیتی ہے۔ خواجہ غلام فرید فرماتے ہیں کہ:

جڈاں عشق فرید استاد تھیا
سب علم عمل برباد تھیا
پر حضرتِ دل آباد تھیا
سو وجد کنوں سو حال کنوں

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے محبت کے ماحول، کی اسی حقیقت کو اپنے اس شعر میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کُھلتے ہیں غلاموں پہ اسرارِ شہنشاہی [۸]

خواجہ غلام فریدؒ کے ہاں امید کا ماحول (Ecology of hope) ان کی شاعری کا اعجاز ہے۔ امید زندگی ہے اور مایوسی موت، امید ایک ایسی طاقت ہے جو انسان کو نہ صرف مہم جو بناتی ہے بلکہ اس کے اندر مشکلات سے لڑنے کا حوصلہ بھی بیدار کرتی ہے۔ جہاں خواجہ غلام فرید کہتے ہیں کہ:

روہ روہی دا سارا پینڈا
تھیسم ہک بلانگ

وہاں ڈاکٹر محمد اقبالؒ اسی فلسفے کو، امید کے ماحول کی اسی تازہ روح کے ساتھ اپنے ایک شعر میں کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بے کراں سمجھا تھا میں [۹]

جہاں خواجہ غلام فریدؒ انگریزی استعمار کے خلاف تھے وہیں علامہ محمد اقبالؒ نے بھی انگریزی نظام کے خلاف احتجاج کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ خواجہ غلام فریدؒ کا ذکر ملتان گزیٹر میں ملتانی زبان کے ایک اہم شاعر کے طور پر کیا گیا۔ جب خواجہ فریدؒ کی شاعری کی دھوم تھی اور آپ اکثر ملتان میں موجود بزرگوں کی زیارات کے لئے ملتان تشریف لایا کرتے تھے اس دور میں ہندو سکھ اور مسلمان شاعرں کی تعداد دو سو سے زیادہ تھی جن میں خواجہ فرید ایک عظیم بین الثقافتی اور معروف صوفی شاعر کے طور پر جانے جاتے تھے۔

جنہوں نے کبھی بھی انگریز دربار میں حاضری نہیں دی تھی اور نہ ہی القابات قبول کئے تھے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے خواجہ غلام فرید سے عشق کی سوز و مستی، وجدان اور بے لوث محبت کا سبق ضرور سیکھا ہو گا۔ خواجہ غلام فریدؒ کی یہ کافی پڑھ کران کی دنیا ہی بدل گئی ہو گی:

میڈا عشق وے توں میڈی جان وی توں
میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر مصحف تے قرآن وی توں [۱۰]

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی کافی نمبر ۲۳، میں ''ناسوت''، ''ملکوت''، ''جبروت''، ''لاہوت''، ''ابدال''، ''اقطاب''، ''احرام''، ''تنزیل''، ''ترتیل''، ''تفسیر''، ''تاویلات''، ''طور''، ''موسیٰ'' اور ''میقات'' بذاتِ خود تراکیب اور اصطلاحات کے طور پر برتے گئے ہیں بلکہ یہ اہم موضوعاتِ فلسفہ بھی ہیں۔

ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے اپنی نظموں کے اکثر اشعار میں قرآنی آیات کو نقل کیا ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ کے ہاں آیات کے شاعری میں استعمال کا نمونہ دیکھئے۔

لا یدرکہ الابصار عجب
لا یحببہ الاشکال عجب والتین تے و الزیتون عجب
والشمس تے والصافات عجب [۱۱]

ابنِ عربی اور فارسی تراکیب سے کلام میں حسن اور روانی پیدا ہوتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے خواجہ فرید کے پیش کیے ہوئے عقل اور عشق کے فکری نظریات کو خوبصورتی سے آگے تک منتقل کیا ہے۔

وہ قوت جسے ڈارون عزم ارتقا "with to live". جینے کی خواہش کہتا تھا اُسے شوپنہار نے آنکھوں سے اندھا ارادہ قرار دیا جبکہ نطشے نے اس عزم للقوت "will to power" کا نام دیا۔ خواجہ غلام فرید نے وید سے تورات، انجیل، گیتا، گرنتھ، قرآنِ مجید، فقہ، منطق، وقایہ، ہدایہ اور علم الکلام تک کے تمام علوم کا مطالعہ کیا۔ آپ نے تصوف کے اعلیٰ معیار کو کافی کے سُروں میں بھگو کر ہماری سماعتوں تک منتقل کیا اور امن اور محبت کا درس دیا۔

جب کہ علامہ محمد اقبالؒ نے مغربی مفکرین کے نظریات کے ساتھ ساتھ قرآنِ مجید کا گہرا مطالعہ کیا اس لیے دونوں مفکرین کے ہاں ہمیں عشق اور محبت کے قدرے مشترک جذبات نظر آتے ہیں لیکن یہاں اس حوالے سے خواجہ غلام فریدؒ کا فکری مقام بلند ہے کیونکہ ان کا پیغام انسانت کا پیغام ہے جس میں بحیثیت انسان تمام انسان اکٹھے زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس وحدتِ ادیان کے فلسفے ہی نے کافی کی صورت میں لوگوں کو باہم متحد رکھا۔

مرشد رومی ہو یا فخر جہاں دونوں کا مسلک مرشد ایک سہی لیکن عشق کی معراج کی رفعت کی خواجہ فرید کے ہاں یہ صورت ہے:

ڈینہ راتیں عشق ستاوے
ہے عشق دا جلوہ ہر ہر جاء
سبحان اللہ سبحان اللہ[۱۲]

جب کہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

اور:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے[۱۳]

خواجہ غلام فریدؒ کے ہاں اللہ کو مجسم صورت میں دیکھنے کا شوق دیکھئے:

بن دلبر شکل جہان آیا
ہر صورت وِچ آوے یار[۱۴]

جب کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ:

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں ۱۵

خواجہ فریدؒ فرماتے ہیں کہ:

اتھاں میں مٹھڑی نت جان بہ لب
او تاں خوش وسدا وِچ ملک عرب[۱۶]

اسی بحر اور زمین کی لے کو اقبال نے یوں نبھایا ہے کہ دونوں مصرعے ایک طویل مصرعے کی صورت میں خلق ہو کر سامنے آتے ہیں جیسا کہ یہ مصرعِ عشق:۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

دونوں شعراء کے ہاں اسلو بیاتی انداز ایک جیسا ہی ہے۔ کبیر داس، بابا وید کے اسلوک، شاجیب قادری، حمل لغاری، روحیل فقیر، بیدل سندھی، سچل سرمست، سلطان باہو اور علی حیدر ملتانی کے عشق الٰہی کی فلسفہ خواجہ فریدؒ سے ہوتا ہوا علامہ اقبال تک جا پہنچا ہے۔ اسی فلسفہ عشق کو مولانا رومی سے پہلے بو علی سینا نے بھی پیش کیا تھا۔

بو علی سینا کے ایک رسالے کے مطابق جس کا ترجمہ ۱۸۹۶ء میں سڈنی آسٹریلیا میں شائع ہوا ابنِ سینا لکھتے ہیں کہ عشق ایک عالمگیر جزوِ حیات ہے جو حیات کے نباتی اور حیوانی مدارج سے لے کر انسان کے روحانی ارتقاء تک ہر سطح پر حرکت کے ارتقاء کے محرک جذبے کی حیثیت سے موجود ہے۔

عطار سنائی، سعدی اور رومی نے غزل میں تصوف کے مضامین کو داخل اور عشق مجاز کے پردے میں عشقِ الٰہی کی مستی سے غزل کو مقبول صنف بنادیا۔ غالب نے اسی امر کی جانب اشارہ کیا ہے:

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

تصوف اور فلسفہ کئی سو سال پہلے سے شاعری کا باقاعدہ حصہ بن کر چلا آرہا تھا اقبال نے اسے حدت اور فکری گہرائی عطاء کی لیکن آپ خواجہ فرید کی کافی کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ایک سرمست صوفی نے تصوف کے مضامین کو کافی کی صورت میں یوں پیش کیا ہے کہ انسان اور خدا کے مابین ایک خوبصورت اور محبت آمیز تعلق قائم ہو گیا ہے۔

خواجہ غلام فرید کے کلام میں انسان تفریق، انسانوں کے درمیان نفرت، اور فرد کے تنہا بھٹکنے کی صورت نظر نہیں آتی۔ ان کی کافیوں میں جہاں روہی کے مناظر میں دور تک پھیلے ہوئے ریت کے ٹیلے، جڑی بوٹیاں، لائیاں لانڑیاں، جنڈ، بیر کریہنہ، ڈیلے اور ٹوبھے دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں چراگاہوں میں چرتی ہوئی گائیں اور نازک جٹیوں کی نازک نازک اداوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ نازک جٹیاں جو جالہہ کے درخت پر چڑھ کر پیلھوں چنتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ساری روہی ان کے حسن سے دہک دہک اور لہک مہک جاتی ہے۔ عورت کے وجود اور اس کی حیثیت کو تسلیم کرنے کے اس ماحول کو ''ایکو فیمنیزم'(Ecofeminism) کہا جا سکتا ہے۔ تانیثیتی ماحولیات کی یہ جھلک ان کی کافی ''پیلھوں پکیاں نی'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کافی کے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے: محبت کے جہان سے آشنا کرتا ہے:

پیلوں پکیاں نی
پکیاں نی وے
آ چنڑوں رل یار[۱۷]

روہی میں موجود جالہہ کے درختوں پر سے پیلھوں چنتی ہوئی عورتوں کی باہمی محبت اور پیلھوں چننے کے انداز کو جس طرح سے خواجہ غلام فرید نے پیش کیا ہے اسے پڑھ کر ہم ایک ایسے جمالیاتی ماحولیات میں میں خود کو موجود پاتے ہیں جو ہمیں عورت کے وجود اور عورت کی خواجہ فرید کا سارا کلام باترتیب ہے جس میں حُسن، رنگ، دھرتی، جانور نباتات، انسان، زندگی، دکھ سکھ، گناہ اور ثواب، سزاء اور جزاء اور انسان کی اللہ اور اللہ کی انسان کے ساتھ محبت کے جذبات قوس وقزح کے رنگوں کی طرح شاعری میں چمک اُٹھے ہیں۔ اس کافی کی شاعری کی محبوبہ عشق کی چادر میں باوضو سامنے آتی ہے۔ جو سرخی اور کاجل لگائے ہوئے۔ ناز وادا اور سرمستی کی کیفیات میں ناز نہورے دکھاتی ہوئی چلی آتی ہے۔ جو کبھی پیلوں چن رہی ہے تو کہیں ٹوبھے سے پانی بھرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کہیں وقت صبح چھاچھ بلو رہی ہے تو کہیں دلوں کا شکار کر رہی ہے۔ ہجر کا یہ رنگ دراصل عشق کا رنگ ہے جو لذتِ عشق کے وجد میں ڈوبا ہوا دکھائی دیتا ہے

وِچ روہی دے راہندیاں نازک ناز دیاں جٹیاں
راتیں کرن شکار دلیں دے ڈینہنیں ولوڑن مٹیاں [۱۸]

خواجہ فرید کی یہ کافیاں دیہات کی مٹی کی خوشبو میں گندھی ہوئی ہیں ان کی شاعری میں فطرت کے سبھی رنگ موجود ہین ہم ان کی اس شاعری کو فطری ماحولیات (Land scape ecology) کی شاعری کا نام دے سکتے ہیں۔ خواجہ فرید نے کافی سر کا ایک ایسا ماحول خلق کیا جس کی سرمستی نے عابدہ خانم عنایت حسین بھٹی، پٹھانے خان اور دوسرے وسیبی گلوکاروں نے گا کر جگ مشہور کر دیا۔

کافیوں کے دیئے گئے پہلے پہلے مصرعوں پر ایک نظر ڈالیے آپ کو عشق کے پکے اور سچے رنگ دکھائی دیں گے۔

۱۔ چوریوں چاریوں استغفار	۲۔ بٹ دلبر شکل جہان آیا
۳سن سمجھ وے جاہد زاہد کوں	۴۔ رتھ دھیمی دھیمی ٹور
۵۔ ہر صورت وچ آوے یار	۶۔ ہر صورت وچ دیدار ڈٹھم

۷۔ اے حسنِ حقیقی نورِ ازل ۸۔ دل عشق مچائی اگ سائیں

۹۔ سِکھ ریت روش منظوری ۱۰۔ ماہی باجھ کلی آں

۱۱۔ میڈا عشق وی توں ۱۲۔ ہر جاء ذات پُنل ہے

۱۳۔ ہے عشق دا جلوہ ہر ہر جائ ۱۴۔ الف ہِکو ہِم بس وے میاں جی

۱۵۔ ڈِھنہ راتیں عشق ستاوے ۱۶۔ عشق انوکھڑی پیڑ

۱۷۔ نتیاں نی راہندے ہٹکے ۱۸۔ ہک ہے ہک ہے ہک ہے

۱۹۔ ہُن میں رانجھن ہوئی

ماحولیاتی تناظر میں اگر ہم علامہ محمد اقبال اور خواجہ غلام فرید کے کلام کا مطالعہ کریں تو، ملکی ملی اور علاقائی ماحولیاتی تناظرات، اور صوفیانہ فکر و فلسفے کے لحاظ سے ہمیں علامہ محمد اقبالؒ اور خواجہ غلام فرید کے کلام میں کسی حد تک مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ خواجہ غلام فرید کے کلام کے فکری، فنی اور ثقافتی اثرات علامہ اقبال کی شاعری پر بہت گہرائی تک موجود ہیں جنھیں علامہ اقبال نے قبول بھی کیا ہے۔ انسانی ماحولیات، (Human ecology) کی بنیادی صفت غرور سے بچنا اور خود کو عاجز بندے کے روپ میں پیش کرنے کے ہنر کا موجود ہونا ہے۔ ڈاکٹر اقبال اور خواجہ فرید دونوں نے انسانی اور سماجی ماحولیات کی پائیداری پر زور دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق زندگی گذارنے کا درس بھی ان کے کلام کا حصہ ہے۔

قیس فریدی نے خواجہ غلام فریدؒ کا جو دیوان ۱۹۹۶ء میں ترتیب دیا اور اسے جھوک پبلشرز خان پور نے شائع کیا۔ اس کے صفحہ نمبر ۴۵ پر کا نمبر ۳۶ کا یہ شعر پڑھیئے:

وصل فرید کوں ہویا حاصل

ہو گیا چپ نابود[۱۹]

اسی رنگ کو اقبال کے اس شعر میں دیکھئے آپ کو کیا محسوس ہوتا ہے:

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے

کہ دانا خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

کافی نمبر۲۹ صفحہ نمبر۴۳ دیکھیے خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں:

بٹھ گھت کوڑ ٹکڑے
ہک حق کوں کر یاد
باجھوں احد حقیقی
محض خراب آباد [۲۰]

کافی نمبر۳۰ صفحہ نمبر۴۴ پر خواجہ فریدؒ فرماتے ہیں:

کیتا من اقرار امن اقرار
ہے خود اصل حقیقی مقصد [۲۱]

علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں:

ملا مارن سخت ستاون
گجھڑے راز دی بھیت نہ پاون
بے وس شودے ہن معذور
ملوانے دے وعظ نہ بھانے
بیشک ساڈا دین ایمان اے
ابنُ العربی دا دستور [۲۲]

اسی خیال کو ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کچھ یوں بیاں فرماتے ہیں:

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
گرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور

اب آخر میں اسلوبیاتی حوالے سے دیے گئے اشعار کی لسانی اور فکری مشابہت پر غور کیجئے:

کافی نمبر ۷۴ صفحہ نمبر ۶۰ پر خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں:

میڈا دستہ نرم کرور دا متاں ونگیں کُم ٹکور
رتھ تے بہندی وڈگ نہ سہندی
ہم طبع کمزور[۲۳]

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

ساحل پہ نہ جا سیلاب نہ بن
چکر میں پھنس گرداب نہ بن
بن ہلکی موج مگر ایسی
جس موج پے دریا ناز کرے

حضرت خواجہ غلام فریدؒ اور ڈاکٹر غلام محمد اقبالؒ کی شاعری کے ان زندہ ماحولیاتی، فکری اور تہذیبی اشتراکات سے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خواجہ غلام فرید کے صوفیانہ افکار اور فلسفہ عشق سے اقبال نے بہت کچھ سیکھا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آخری عمر میں خواجہ غلام فرید کا دیوان اقبال کے سرہانے ہمہ وقت موجود ہوتا تھا جس کی گواہی ان کے بیٹے جسٹس جاوید اقبالؒ نے دی ہے۔

حوالہ جات

1. https://en.wikipedia.org/wiki/Ecopoetry

۲۔ مختار ظفر ڈاکٹر، ملتان کی شعری روایت، ص ۶۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ خواجہ غلام فرید، دیوانِ فرید، مرتبہ: قیس فریدی (خان پور: جھوک پبلشرز، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۸۔

۵۔ ایضاً، ص ۳۶۔

6. https://www.researchgate.net/publication/2896165.
New_concept_in_environmental_conseration_vEcological_ego.

۷۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (مجموعہِ کلام اُردو)، مرتبہ: طاہر نذیر۔

۸۔ ایضاً، ص ۴۰۲۔

۹۔ ایضاً، ص ۳۶۷۔

۱۰۔ خواجہ غلام فرید، دیوانِ فرید، مرتبہ: قیس فریدی، ص ۱۳۲۔

۱۱۔ ایضاً، کافی نمبر ۲۳، ص ۳۶۔

۱۲۔ ایضاً، کافی نمبر ۱۵۵، ص ۱۵۱۔

۱۳۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (مجموعہِ کلام اُردو)، مرتبہ: طاہر نذیر، ص ۴۰۶۔

۱۴۔ خواجہ غلام فرید، دیوانِ فرید، مرتبہ: قیس فریدی، کافی نمبر ۳، ص ۱۹۔

۱۵۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (مجموعہِ کلام اُردو)، مرتبہ: طاہر نذیر، ص ۳۳۰۔

۱۶۔ خواجہ غلام فرید، دیوانِ فرید، مرتبہ: قیس فریدی، کافی نمبر ۲۲، ص ۳۴۔

۱۷۔ ایضاً، کافی نمبر ۱۶۷، ص ۱۶۴۔

۱۸۔ ایضاً، کافی نمبر ۱۳۶، ص ۱۳۶۔

۱۹ ایضاً، کافی نمبر ۳۲، ص ۴۵۔

۲۰۔ ایضاً، کافی نمبر ۲۹، ص ۴۳۔

۲۱۔ ایضاً، کافی نمبر ۳۰، ص ۴۴۔

۲۲۔ ایضاً، کافی نمبر ۳۷، ص ۵۰۔

۲۳۔ ایضاً، کافی نمبر ۴۷، ص ۶۰۔